بَیعِ الحَیوَانِ بِالحَیوَانِ
محمد بن محمد بن محمود البابرتي الرومي الحنفي (المتوفى ٧٨٦
(صاحب العناية شرح الهداية)
تائیدِ مذہبِ اِمام
ترجمہ بنام
در مسئلہءِ بیعُ الحَیوان
ترجمہ و تخریج و تعلیق:
محمد طاہر بن عبد الرّحیم القادری النعیمی
کلیۃ تخصص فی الفقہ، دار النّور للتّحقیق، بجامعۃ النّور، کراتشی)
دام ظلّہ العالی
النّعیمی

جانور کو (اسی جنس کے) جانور کے بدلے میں اُدھار بیچنے کے مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہبِ فقہی کی قرآن وسنت واجماع سے تائید اور اعتراضِ ترکِ حدیث کا جواب

رسالة: في عدم جوازِ بَيعِ الحَيوَانِ بِالحَيوَانِ نَسيئَةً

لأكمل الدين؛ محمد بن محمد بن محمود البابرتي الرومي

الحنفي (المتوفى ٧٨٦ هـ)

(صاحب العناية شرح الهداية)

ترجمہ بنام:

تائیدِ مذہبِ امام

در مسئلہءِ

بَیعُ الحَیوان

ترجمہ وتخریج وتعلیق:

أبو اللیث محمد طاہر بن عبد الرحیم القادری النعیمی

(مدرّس وتخصص کلیۃ التخصص فی الفقہ، دار النور للتحقیق، بجامعۃ النور، کراتشی)

تقدیم وإشراف:

الدکتور المفتی محمد عطاء اللہ النعیمی

دام ظلّہ العالی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

کتاب : رسالة فی عَدم جَوازِ بَیع الحَیوانِ بِالحَیوَانِ نَسیئَةً

ترجمہ بنام تائید مذہب امام در مسئلہ بیع الحیوان

موکف : امام اکمل الدین بن محمود بن محمود البابرتی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج، تعلیق : ابو اللیث محمد طاہر بن عبد الرحیم القادری النعیمی حفظہ اللہ

تقدیم : ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ

اشاعت : شوال المکرم ۱۴۴۵ھ / اپریل 2024ء

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.net

پر موجود ہے

پیش لفظ

پیش نظر رسالہ صاحبِ عنایہ، علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی الرّومی الحنفی متوفیٰ ۷۸۶ھ کی تصنیف ہے۔

اس رسالہ میں جانوروں کی باہم اُدھار خرید و فروخت سے متعلق حکم شرع بیان کیا گیا ہے۔

مصنف علیہ الرّحمہ نے رسالہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی کہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور احناف اپنی رائے سے حدیث کو ترک کرتے ہیں۔

مُصنِّف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کیا کہ، امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مُؤقف قرآنِ مجید، سنّت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے۔ اور یہ واضح کیا کہ جو روایات دوسرے فریق نے پیش کی ہیں ان کا صحیح محمل کیا ہے۔

اس عربی رسالہ کا ترجمہ، احادیث و نصوص کی تخریج اور حواشی کا کام ہماری جامعہ کے فاضل اور تخَصُّص فی الفقه کے مُدرِّس اور دارُ النّور للتحقیق کے رُکن، اَبو اللّیث محمد طاہر بن عبد الرّحیم القادری النعیمی نے انجام دیا ہے۔

اور اس پر ہمارے ادارے کے شیخ الحدیث اور رئیس دارُ الإفتاء ڈاکٹر مُفتی محمد عَطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک علمی مقدمہ لکھا ہے۔

اس علمی کاوش کو جمعیتِ اشاعت اہلسنت (پاکستان)، کراچی اپنے سلسلہءِ مفت اشاعت "ماہنامہ البقیع" میں 358 نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

فقط

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

تعارفِ مصنف

أكمل الدّين ؛محمد بن محمد بن محمود البأبرتي الرّومي الحنفي

۷۱۴۔۷۸۶ھ ۱۳۱۴۔۱۳۸۴م

از: أبو اللّيث محمد طاہر بن عبد الرّحیم القادری

نام:

ان کانام محمد بن محمد بن محمود، یا محمد بن محمود بن احمد "بابرتی" ہے۔

پورا نام کنیت، لقب اور نسبتوں کے ساتھ یہ ہے:أكمل الدّين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدّين ابن الشيخ جمال الدين الرّومي البأبرتي

بابرتی، رومی اور مصری نسبت کی وجہ:

۱۔ ایک قول کے مطابق بغداد کے اطراف میں ایک گاؤں "بابرتا" کی طرف نسبت سے البابرتی مشہور ہیں۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ بابرت، اَرض روم کے گردونواح میں سے ہے جو ترکی میں واقع ہے۔ یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کی ایک نسبت "رومی" بھی ہے۔

اسی طرح آپ کی ایک نسبت "المصری" بھی ہے، کیونکہ آپ نے مصر کی طرف رحلت فرمائی تھی اور آخری عمر تک وہیں سکونت پذیر رہے۔

مختصر علمی تعارف (وجہِ شہرت)

آپ حنفی فقیہ، مُحقّق، ماہر علم حدیث، ماہر علم الکلام و العقائد، اور عربی زبان و ادب کے اُستاد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

آپ کی معرکتہ الآراء تصنیف "العنایہ"(جو کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الهدایہ" کی شرح ہے)، کی نسبت سے آپ کو"صاحبِ عنایہ" کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۷۱۰ھ کے بعد ایک قول کے مطابق ۷۱۴ھ میں ہوئی ہے۔

حصول علم:

بنیادی تعلیم اپنے خاندان اور شہر سے ہی حاصل کی۔ آپ کے آباء و اجداد کے القاب، شمس الدین اور جمال الدین سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ حصولِ علم کی تکمیل کے لئے "حلب" کی طرف گئے۔ وہاں کچھ عرصہ رہے اور علماء سے استفادہ فرمایا۔ ۷۴۰ھ میں "مصر" کی طرف روانہ ہوگئے اور آخری عمر تک وہاں اپنی امانتِ علم کی نشر و اشاعت میں لگے رہے۔

اساتذہ اور شیوخ:

آپ نے علامہ قوام الدّین الکاکی (۷۴۹ھ) سے علم فقہ میں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تک سَندِ متّصل حاصل فرمائی۔

آپ کے دیگر اساتذہ میں یہ ہیں:

شارح مختصر ابن حاجب، أبو الثناء الإصفهانی (٧٤٩ھ)

صاحبِ تفسیر البحر المحیط أبو حیان الأُندلسی (٧٤٥ھ)

شیوخ الحدیث :

سلیمان الدلاصی (٧٥٦ھ) اورابن عبدالھادی (٧٤٤ھ) وغیرہ۔

تلامذہ:

أبو الحسن السید الشریف الجرجانی (٨١٦ھ)

اِبن قاضی سماونہ (٨٢٣ھ)

محمد بن حمزہ الفناری (٨٣٥ھ) وغیرہ

آپ کے اخلاق اور حکمرانوں سے تعلقات

آپ کو منصب و جاہِ دنیوی کی خواہش نہ تھی۔ کئی مرتبہ آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا، مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

امیر سیف الدّین شیخون العمری کی آپ سے عقیدت کا فائدہ یہ ہوا کہ اس نے قاہرہ شہر میں علوم شرعیہ و تصوف کا ایک مدرسہ بنوایا جسے "مدرسہ شیخونیہ (و خانقاہ)" کہا جاتا تھا اور علامہ بابرتی کو اس کا شیخ مقرر کر دیا۔

مصر کے ممالیکِ شراکسہ میں سے "برقوق بن انس العثمانی" آپ کا انتہائی ادب و احترام کرتا تھا اور آپ کے مدرسہ کے دروازے پر آپ سے ملاقات کیلئے انتظار

کرتا تھا۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف وشروحات کثیر ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

- العناية شرح الهداية
- شرح وصية الإمام أبي حنيفة
- الإرشاد في شرح الفقه الأكبر لأبي حنيفة
- شرح العقيدة الطحاوية
- شرح عمدة العقائد
- شرح الفرائض السِّراجية
- شرح تجريد الكلام للنصير الطوسي
- المقصد في الكلام
- الكواشف البرهانية شرح المواقف للإيجي
- مقدمة في الفرائض
- شرح تلخيص الخلاطي للجامع الكبير
- التقرير شرح أصول البزدوي
- الأنوار شرح المنار
- النقود والردود. شرح مختصر ابن الحاجب
- حاشية على الكشاف

- تحفة الأبرار في شرح مشارق الأنوار. في الحديث
- الصدفة المليّة بالدرّة الألفية. شرح ألفية ابن معطي في النحو
- شرح التصريف
- شرح التلخيص. في علم المعاني والبيان
- النكت الظريفة في ترجيح مذهب أبي حنيفة.
- رسالة فی عدم جواز رفع اليدين عند تكبيرة الافتتاح
- رسالة فی أهل الهواء والبدع
- رسالة فی عدم جواز بيع الحيوان بالحيوان نسيئة

اہلِ علم کے آپ کے بارے میں تاثرات:

اہلِ علم نے جو کچھ آپ کی مدح فرمائی ہے اس سے کُتُبِ تراجم بھری ہوئی ہیں۔ علماء نے اپنی کتابوں میں آپ کو اپنے زمانے کا امام، عظیم فقیہ، شیخ الخانقاہ اور منفرد شخصیت کا حامل عالم قرار دیا ہے۔ آپ صاحبِ فراست، بارُعب اور انتہائی متقی و باعمل عالم تھے۔ اللہ نے آپ کی تصانیف کو مقبولیت بخشی ہے۔

وصال

آپ کا وصال بروز جمعہ، ۱۹ر مضان المبارک ۷۸۶ھ کو قاہرہ، مصر میں ہوا۔

اور الشیخ عز الدّین یوسف بن محمود الحنفی الرازی نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ بادشاہ آپ کے جنازے میں حاضر ہوا۔

آپ کا مزار مدرسہ شیخونہ، قاہرہ میں ہے۔

ماخوذاز:

❁الأعلام:

لخير الدين بن محمود بن محمد. الزركلي الدمشقي (ت ١٣٩٦هـ)

❁الفوائد البهية في تراجم الحنفية:

لأبي الحسنات محمد عبد الحي اللكنوي [ت ١٣٠٤هـ]

❁إنباء الغمر بأبناء العمر:

لأبي الفضل أحمد بن علي. إبن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢ هـ)

❁شذرات الذهب في أخبار من ذهب:

لأبي الفلاح عبد الحي بن أحمد. إبن العماد العكري الحنبلي (ت ١٠٨٩هـ)

❁بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة

لعبد الرّحمن بن أبي بكر. جلال الدين السيوطي (ت ٩١١ هـ)

مقدّمه

اَز: ڈاکٹر مُفتی مُحمّد عطاء الله نعیمی دام ظله العالی

شیخ الحدیث: جامعۃُ النُّور؛ رئیس: دارُالإفتاء النُّور و رئیس: دارُالنُّور للتحقیق؛

جمعیتِ اشاعت اہلسنت (پاکستان)، کراچی

اس رسالہ کا مقصد و منہج:

اس رسالہ کا موضوع، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ایک جانور کو **اسی جنس** کے دوسرے جانور کے بدلے **اُدھار** بیچنے کا حکم بیان کرنا ہے۔

یہ مسئلہ ائمہ ءِ مجتہدین کے مابین اختلافی ہے، اور مذہب حنفی اس بارے میں عدم جواز کا ہے۔

مُصنِّف، علامہ بابرتی حنفی نے اس رسالہ میں ان لوگوں کا جواب دیا ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں اپنی رائے سے حدیث کی مخالفت کی ہے۔

مُصنِّف نے اس رسالہ میں دونوں فریق کے دلائل جمع فرمائے ہیں۔

اِبتداءً، اَحناف کے دلائل: کتاب اللہ، سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور اجماع امت سے اختصاراً بیان فرمائے ہیں۔

پھر، مخالف فریق (جو کہ ایسی خرید و فروخت کو جائز قرار دیتے ہیں) کے دلائل کو بیان فرمایا، جو کہ پانچ احادیث اور تین آثار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

آخر میں فریقین کے دلائل کے صحیح محمل و معنیٰ کی تحقیق پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب حنفی اس بارے میں قرآن و سنت و اجماع کے مطابق ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر احادیث طیبہ کی مخالفت کا الزام درست نہیں ہے۔

زیر بحث مسئلہ کی فقہی تفصیل:

فقہ حنفی میں سود کی دو علّتیں ہیں، ایک جنس اور دوسری قدَر

(قدَر سے مراد، کسی چیز کا مکیلی ہونا: یعنی کسی برتن وغیرہ سے ناپ کر بکنا یا موزونی ہونا: یعنی وزن سے بکنا)۔

ا۔ اگر کسی چیز کے کسی دوسری چیز سے تبادلے میں قدر (موزونی یا مکیلی ہونا) اور جنس (یعنی دونوں کا یکساں ہونا) پایا جائے، تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام ہیں۔

۲۔ اور اگر جنس و قدر میں سے کوئی ایک عِلّت پائی جائے تو، اُدھار کئے بغیر نقد سودے

میں کمی بیشی حلال اور اُدھار مطلقاً حرام ہے۔

جانور کو (اُسی جنس کے) جانور سے اُدھار بیچنے کا تعلق دوسری قسم سے ہے

جانور کی اسی جانور سے اُدھار بیچنے کا تعلّق دوسری قسم سے ہے۔ لہٰذا اس میں اُدھار حرام ہے۔

ا۔ کیونکہ یہاں ایک ہی جنس کے دو جانوروں کے تبادلہ کا معاملہ ہو رہا ہے، لہٰذا سود کی ایک عِلّت "جنس کا یکساں ہونا" پایا جا رہا ہے۔

۲۔ جبکہ سود کی دوسری علّت نہیں پائی جارہی، یعنی تبادلہ کی جانے والی اشیاء کا موزونی یا مکیلی ہونا (یعنی ناپ کر بکنایا وزن سے بکنا)۔ کیونکہ جانور عَدَدِی ہیں (گِن کر بکتے ہیں)۔

جانوروں کی گوشت یا پیسوں (کرنسی) کے بدلے خریدوفروخت میں جنس کا ایک ہونا بھی نہیں پایا جاتا۔

صدر الشریعہ بدرُ الطریقہ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، متوفّٰی ۱۳۶۷ھ فقہ حنفی کی مشہور کُتب: الہدایہ اور الدُرُّ المختار کے حوالے سے فرماتے ہیں:

۱۔ گوشت کو جانور کے بدلے میں بیع کر سکتے ہیں کیونکہ گوشت وزنی ہے اور جانور عددی ہے

۲۔ وہ گوشت اُسی جنس کے جانور کا ہو تو بھی کر سکتے ہیں مثلاً بکری کے گوشت کے عوض میں بکری خریدی،

۳۔ یا دوسری جنس کا ہو تب بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً بکری کے گوشت کے بدلے میں گائے خریدی۔

۴۔ یہ گوشت اُتنا ہی ہو جتنا اُس جانور میں گوشت ہے یا اُس سے کم یا زیادہ بہر حال جائز ہے۔

۵۔ ذبح کی ہوئی بکری کو زندہ بکری یا ذبح کی ہوئی کے عوض میں بیع کرنا جائز ہے، اور اگر دونوں کی کھالیں اُتار لی ہیں اور اوجھڑی وغیرہ ساری اندرونی چیزیں

الگ کردی ہیں بلکہ پائے بھی جُدا کرلئے ہیں تو اب ایک کو دوسری کے عوض میں تول کے ساتھ بیچ سکتے ہیں کہ یہ گوشت کو گوشت سے بیچنا ہے۔

۶۔ مختلف قسم کے گوشت کی بیشی کے ساتھ بیع کیے جاسکتے ہیں، مثلاً بکری کا گوشت ایک سیر، گائے کے دو سیر سے بیچ سکتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ دست بدست ہوں (یعنی نقد)، اُدھار جائز نہیں۔

۷۔ اگر ایک قسم کے جانور کا گوشت ہو تو کمی بیشی جائز نہیں۔ گائے اور بھینس دو جنس نہیں بلکہ ایک جنس ہیں۔ یوہیں بکری، بھیڑ، دُنبہ، یہ تینوں ایک جنس ہیں۔([1])

زندہ جانور (مرغی وگائے وغیرہ) کو وزن کر کے خریدنا و بیچنا

زندہ جانور (مرغی و گائے وغیرہ) کو وزن کر کے خریدنا و بیچنا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

کیونکہ یہ مسئلہ جانور کو اسی جانور یا گوشت کے بدلے میں خریدنے کا نہیں بلکہ جانور کو روپوں کے بدلے میں خریدنے کا ہے جہاں سود متحقق ہونے کا سوال ہی

([1]) بہارِ شریعت حصہ ۱۱، مسئلہ ۱۸، ۱۳، ص ۷۷۳، ۷۷۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

بحوالہ: الهداية في شرح بداية المبتدي، ۳/ ۶۳، دار احياء التراث العربي، بيروت

رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب الربا، ۵/ ۱۷۹، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱٤۱۲ھ

پیدا نہیں ہوتا۔

ایک اعتراض : کہ جب اس کو وزن سے خریدا جائے گا، تو سانس اندر لینے اور باہر نکالنے کی وجہ سے وزن میں فرق آئے گا اور اگر مبیع (یعنی جو چیز بیچی جارہی ہے) کے وزن میں جہالت ہو تو یہ معاملہ جائز نہیں ہوتا۔

جواب : یہ ہے کہ خرید و فروخت کرتے ہوئے وزن میں اس طرح کی تھوڑی بہت کمی بیشی جس سے نزاع واقع نہ ہو خرید و فروخت کو ناجائز نہیں کرتی، یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مسلَّم ہے۔

چونکہ اب جانور کو تول کر بیچنے کا رواج ہے۔ اور ہمارے دَور میں بِلادِ کثیرہ میں عوام و خواص بلا نکیر اس کی خرید و فروخت وزن کے ساتھ کرتے ہیں۔ جیسا کہ برائیلر مرغی کی خرید و فروخت کا سلسلہ ہے، لہٰذا شرعاً اس جانور کو وزن کر کے بیچنا جائز ہے۔

اگر بالفرض تعَامُل کے تحقُّق میں کلام بھی ہو تو بھی یہاں جہالت یسیرہ (یعنی ایسی کم جہالت) ہے جو مُفْضِی اِلی المُنازَعة ہرگز نہیں ہوتی (یعنی جھگڑے اور تنازع کی طرف نہیں لے جاتی) اس لئے جواز ہی کا حکم ہے۔

جو چیز بیچی جارہی ہے اُس میں ایسی جہالت جو خرید و فروخت کے جواز کو مانع نہیں ہے، اس بارے میں علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماءِ ہند نے ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ''المُحیط البُرهَانِي'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''جهالةُ المبيعِ أو الثَّمنِ مانعة جوَاز البيعِ إذا كانَ يتعذَّر معها التَّسلِيم. وإن كان لا يتعذَّر، لمْ يفسد العَقد. كجهالة كَيل الصّبرة، بأن باع صبرة معيّنة ولم يعرف قدرَ كَيلها''(1)

یعنی: ''مبیع (بیچی جانے والے چیز) یا ثمن (بدلے میں دی جانے والی چیز یا رقم) کا مجہول ہونا، بیع (خرید و فروخت) کو ناجائز کر دیتا ہے، جبکہ ایسی جہالت ہو کہ تسلیم (یعنی سُپردگی اور قبضہ دینے) میں نزاع ہو سکے اور اگر تسلیم میں کوئی دشواری نہ ہو تو فاسد نہیں مثلاً گندم کے ڈھیر کے وزن میں جہالت ہونا اس طرح سے کہ معین گندم کا ڈھیر بیچا اور اس کا وزن معلوم نہیں ہے۔''

هذا ما ظهر لی والله و رسوله اعلم بالصواب

(1). المحيط البرهاني في الفقه النعماني، لإبن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى: ٦١٦هـ) المحقق:الجندي،٦/ ٣٦٣

الفتاوى الهندية،كتاب البيوع،الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الثامن في جهالة المبيع أو الثمن،٣/ ١٢٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

مقدمہ

میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے (یہ سطور لکھ رہا ہوں):

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے۔ اور کامل اور تام رحمت و سلامتی نازل ہو تمام رسولوں کے آقا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تمام آل اور سب اصحاب پر۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد! ۷۷۶ھ کے زمانے کے، مصر کے بعض ناتجربہ کار مبتدی فقیہ، اپنے اس باطل متعصب وہم کا پرچار کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے اس حدیث کی مُخالفت کی ہے جو کہ جانور کو جانور کے بدلے (اُدھار) بیچنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

اور میں اس کا جواب دینے کی طرف مائل ہوا، کیونکہ فقیہ جب اس مسئلہ میں غور و فکر کرے گا، تو اس پر ظاہر ہو گا کہ صواب (دُرستگی) امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہی ہے۔

اور میں اللہ سے اس جواب (رسالہ) پر ثواب کی اُمید رکھتا ہوں کیونکہ اس کام میں اظہارِ حق کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں۔ اور اللہ ہی سے میں اس کام پر مدد کا طلب

گار ہوں اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

جانور کو (اسی جنس کے) جانور کے بدلے اُدھار بیچنے کو ممنوع کہنے والوں کے دلائل:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جانور کو جانور کے بدلے اُدھار بیچنا جائز نہیں ہے، اور اس کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اِجماع ہے۔

کتاب اللہ کی دلیل:

اللہ کا فرمان: وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ (1)

(ترجمہ: اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے)(2)

اور اس آیت سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے تنازع (بے اتفاقی وجھگڑا) کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جانور کی جانور کے بدلے اُدھار خرید و فروخت تنازع کی طرف لے جائے گی۔

کیونکہ جانور (ظاہری) صورت میں اور معنوی طور پر (قیمت و معیار کے اعتبار سے) بہت زیادہ مختلف ہوتے ہیں۔

صورت کے اعتبار سے (مختلف ہونا) تو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

جبکہ معنوی طور پر (مختلف ہونا): تو (اس کی مثال یہ ہے کہ) ایک گھوڑا ایک ہزار

(1) الأنفال ٨ :٤٦

(2) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

درہم کا ہوتا ہے، اور دوسرا دس ہزار درہم کا، جو کہ بظاہر پہلے گھوڑے سے شکل و رنگت اور عُمر و حال میں برابر ہوتا ہے۔(1)

تو جب جانور کو جانور کے بدلے اُدھار بیچا جائے گا اور (مستقبل میں قیمت کے ادائیگی کے وقت) ثمن (قیمت) بنائے گئے جانور جب لائے جائیں گے، تو بیچنے والا اعلیٰ جانور مانگے گا اور خریدار ادنیٰ جانور کی ادائیگی کرے گا، لہذا تنازع (جھگڑا) ہوگا۔ اور یہ تنازع حرام ہے، اور جو (خرید و فروخت) حرام کی طرف لے جائے وہ خود بھی حرام ہوتی ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ لَا تَنَٰزَعُواْ (یعنی جھگڑا اور بے اتفاقی نہ کرو) "نہی" (ممانعت) ہے، اور تمہارے (اَحناف) کے نزدیک "نہی" کسی کام کے مشروع ہونے کا تقاضہ کرتی ہے، تو ہم نے جواباً کہا کہ: ممانعت (نہی) کسی حِسّی فعل سے جب کی جائے تو وہ بالاتفاق اس فعل کے باطل (و ناجائز) ہونے کا تقاضہ کرتی ہے(2)

سنت رسول ﷺ کی دلیل:

جو روایت کیا (امام) ابو داؤد، (امام) ترمذی اور (امام) نسائی نے (حضرت) سَمُرَة

(1) لیکن معنوی طور پر معیار و قیمت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔

(2) جو اُصول ذکر کیا گیا کہ نہی (ممانعت) کسی کام کے مشروع ہونے کا تقاضہ کرتی ہے، دراصل اس کی تشریح یہ ہے کہ "نہی" فعل ممنوع کے محال نہ ہونے اور اس کے تصور کے شرعاً جائز ہونے کا تقاضہ کرتی ہے تاکہ محال سے ممانعت کا مکلف بنانے کی خرابی لازم نہ آئے، مثلاً: اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا۔

بن جُندب رضی اللہ عنہ سے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی جانور کے بدلے اُدھار بیع (خرید و فروخت) سے منع فرمایا ہے۔"(1)

اگر (اعتراض کرتے ہوئے) کہا جائے کہ تمہارے (اَحناف) کے نزدیک اَفعالِ شرعیّہ سے "نہی" کسی کام کے مشروع ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔(تو اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ (شرعاً غیر محال، **جائزُ التصّور** فعل سے ممانعت) اس کو جواز سے پھیرنا ہے اور اسکے حکم کو (نہی کے ذریعے ناجائز اور) باطل کی طرف لے جانا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا اور اس کے بعد بھی آئے گا۔اور افعال شرعیہ سے "نہی" کسی کام کے مشروع ہونے کا تقاضہ اسی وقت کرتی ہے جب اس فعل کے حکم کو (کوئی ممانعت کی) دلیل "قبیح لعینہٖ" کی طرف نہ لے جائے۔

اور جو (امام) ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

---

(1)۔ رواه أبو داود في سُنَنِه، كتاب البيوع، باب في' بيع الحيوان بالحيوان نسيئة'، رقم الحديث (٣٣٥٦)، ٥/ ٢٤٣

و التِّرمذي في سُنَنِه، أبوابُ البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (١٢٣٧)، ٢/ ٥١٨

والنَّسائي في سُنَنِه الكُبرى، كتاب البيوع، بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (٦١٧٠)، ٦/ ٦٣

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "دو جانور ایک جانور کے بدلے اُدھار (بکنے) کی صلاحیت نہیں رکھتے"(1)

اور یہ (ممانعت) جانوروں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہی ہے جیسا کہ (اُوپر) ذِکر کیا گیا۔ اور یہ (ممانعت) "نَفِی" ہے جو کہ بالاتفاق اس فعل کے باطل ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔

اجماع کی دلیل:

وہ یہ ہے کہ اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ "ثمن میں جہالت" عقد کو باطل کر دیتی ہے۔ اور وہ حیوان جو ثمن بنے گا (اُدھار ہونے کے سبب) عقد کے وقت مشاہدے میں نہیں ہو گا، تو وہ مجہول ہے؛ لہذا وہ ثمن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ تو یہ خرید و فروخت (در حقیقت) بغیر ثمن کے ہو گئی۔ اور وہ بالاجماع باطل ہے۔

یہ اِجماع قطعی ہے؛ اس کے نقل میں کوئی شبہہ نہیں لہذا اس کو چھوڑنا جائز نہیں۔

جانور کو (اسی جنس کے) جانور کے بدلے ادھار بیچنے کو "جائز" کہنے والوں کے دلائل:

اگر کہا جائے کہ آپ ان (دلائل کے) بارے میں کیا کہتے ہیں:

ا۔ جو (امام) بخاری نے اپنی "صحیح" میں اپنی سند کے ساتھ (حضرت) ابو ہریرہ

(١)۔ رواه التِّرمذي في سُنَنِه، أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (١٢٣٨)، ٢/ ٥١٩ وقال: هذا حديثٌ حسنٌ.

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمّہ ایک شخص کا ایک خاص عُمر کا اُونٹ لازم تھا۔ وہ شخص اس کا تقاضا کرنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا کہ: اسے ادا کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اُونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا، بلکہ اس سے زیادہ عُمر کا (مل سکا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو پوری طرح ادا کرتے ہیں۔(1)

۲۔ اور ایک اور روایت میں ہے:

ایک شخص نے آپ سے (اونٹ کا) تقاضہ کیا تو آپ پر سختی کی، (جواباً) صحابہ نے کچھ کرنا چاہا؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کہ حق والے کو کچھ کہنے کا حق ہے۔ پھر فرمایا: اس کے (مطلوبہ) اونٹ کی عمر کا اونٹ اِسے دے دو۔۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اس سے زیادہ عمر کا اُونٹ (مل سکا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو؛ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو پوری طرح ادا

(1)۔ رواه البخاري في صحيحه، كتاب الوكالة، باب وكالة الشاهد والغائب جائزة، رقم الحديث.(٢٣٠٥)، ٣/٩٩

کرتے ہیں۔(1)

۳۔ اور جو (صحیح) "مسلم" میں روایت آئی ہے: "إستَسلَف" (یعنی اُدھار لیا) کے لفظ کے ساتھ۔(2)

۴۔ اور جو (جامع) "ترمذی" میں روایت آئی ہے: "إستَقرض" (یعنی قرض لیا) کے لفظ کے ساتھ۔(3)

۵۔ اور جو (سنن) "ابو داؤد" میں (حضرت) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ:

---

(1)۔ رواه البخاري في صحيحه، كتاب الوكالة، بابُ الْوكالة في قَضاءِ الدُّيُون، رقم الحديث.(٢٣٠٦)، ٣/ ٩٩

(2) ونَصُّه: عن أبي رافع، إن رسول الله ﷺ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا .فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِن إبلِ الصَّدَقَةِ. فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ. فَرَجَعَ إِلَيْهِ أَبُو رَافِعٍ فَقَالَ: لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ (أَعْطِهِ إياه. إن خيار الناس أحسنهم قضاء).

رواه مسلم في صحيحه، باب من استسلف شيئاً فقضى خيراً منه، وخيركم أحسنكم قضاء، رقم الحديث (١٦٠٠)، ٣/ ١٢٢٤

(3) ونَصُّه: عن أبي هريرة قال: اسْتَقْرَضَ رَسُولُ الله ﷺ سِنًّا، فَأَعْطَاهُ سِنًّا خَيْرًا مِنْ سِنِّهِ، وَقَالَ: خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً.

رواه الترمذي في سننه، أبواب البيوع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في استقراض البعير أو الشيء من الحيوان أو السن، رقم الحديث:(١٣١٦)، ٢/ ٥٨٣. وقال الترمذي: حديثُ أبي هريرة حديثٌ حسنٌ صحيحٌ۔

نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک لشکر کے سامان تیار کرنے کا حکم دیا، تو اونٹ ختم ہوگئے، تو حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کی اونٹنیوں کے عوض لے لیں تو وہ صدقہ کے اونٹ آنے تک (کی مدّت پر، لشکر کے لئے) ایک اُونٹ (اُدھار) لیتے تھے، دو (صدقے کے) اونٹوں کے عوض۔(1)

۶۔ اور جو (امام) مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا کہ:(2)

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے اپنا "عُصَيْفِير" نام کا اونٹ اُدھار پر بیس اونٹوں کے بدلے بیچا۔

۷۔ اور جو (امام) بخاری اور (امام) مالک (رحمۃ اللہ علیہما) نے روایت کیا، کہ (حضرت عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سواری (اُدھار) خریدی جس کے بدلے ان کے ذمہ چار اونٹ تھے۔ جو انکے ساتھی نے (مقام) ربذہ میں ادا کئے۔(3)

۸۔ اور جو (امام) بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ (حضرت) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

---

(1) رَواه أبو داود في سُنَنِه، كتاب البيوع، باب الرّخصة فيه (أي: في الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث:(٣٣٥٧)، ٥/ ٢٤٤ ، ومحمد كامل: حديث حسن، وهذا إسناد فيه ضعفٌ واضطرابٌ۔

(2) رواه مالك في موطئه، باب ما يجوز من بيع الحيوان بعضه ببعض والسّلف فيه، رقم الحديث (٥٩)، (٢/ ٦٥٢)

(3) رواه البخاري في صحيحه، كتاب البيوع، باب بيع العبيد والحيوان بالحيوان نسيئة،بعد رقم (٢٢٢٧) .٣/ ٨٣، و رواه مالك في مؤطا، باب ما يجوز من بيع الحيوان بعضه ببعض والسلف فيه، رقم الحديث (٦٠)، ٢/ ٦٥٢

نے ایک اُونٹ، دو اُونٹوں کے بدلے خریدا، تو ایک اُونٹ دیا اور کہا دوسرا اُونٹ بہت جلد لا کر دیتا ہوں، اِن شاء اللہ۔(1)

جواز کے دلائل کا رد:

(جانور کو اسی جنس کے جانور کے بدلے ادھار بیچنے کو "جائز" کہنے والوں کی) پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ:

جو اُونٹ (زیادہ عمر کا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوایا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وعدہ کرنے کے سبب لازم تھا، نہ کہ خرید و فروخت یا قرض کے بدلے۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جو بعض روایات میں آیا ہے:

"تو صدقہ کے اُونٹ آئے تو ایک شخص اس کا تقاضہ کرنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صدقہ کے اُونٹوں سے ادائیگی کا حکم دیا۔"

اور بلاشبہ صدقہ تو صرف اس کے مَصارِف کو ہی دیا جاتا ہے نہ کہ کسی چیز کی ادائیگی اور ادائے قرض میں۔

یہ بات واضح ہے، اور اس کا انکار صرف ضدّی شخص ہی کر سکتا ہے۔

اور جو "بخاری" میں (اس تقاضہ کرنے والے شخص) کا قول روایت کیا گیا وہ (یہ) ہے:

---

(1) رواه البخاري في صحيحه، كتاب البيوع، باب بيع العبيد والحيوان بالحيوان نسيئة، بعد رقم (٢٢٢٧)، ٣/ ٨٣.

أَوفَيتَنِي؛"آپ نے (میرا مطالبہ) مجھے وفا(پورا) کردیا"
اور (اس حدیث میں) " أَدَّيتَنِي" (ادا کردیا)؛ یا "قَضَيتَنِي" (قرض لوٹا دیا) کہ الفاظ نہیں ہیں۔
کیونکہ "اِیفاء" (وفاء کرنا)، کا استعمال وعدہ، منّت اور عہد کے لئے ہوتا ہے۔
جبکہ؛" ادا کرنا"، "لوٹانا" کے الفاظ قرضوں (کی ادائیگی) کے لئے مستعمل ہیں۔
اگر یہ کہا جائے کہ اس لفظ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں: "أَحسَنُكُمْ قَضَاءً"، "قضاء" کا استعمال تو دُیون (قرضوں) کی ادائیگی میں ہوتا ہے۔
تو (جواباً) ہم نے کہا:
قضاء کے تعریف ہے: "تَسلِيمُ مِثلِ الوَاجِب"، اور بِالاِجماع، حیوان "مِثلی" چیز نہیں ہیں، قِیمی ہی ہیں۔(1)
لہٰذا لفظ "قَضَاء" یہاں "اِیفَاء" کے معنیٰ میں ہے۔ اور اس کو اس معنیٰ پر پھیرا گیا ہے تاکہ کہنے والوں کے تمام واجبات کی ادائیگی کو یہ لفظ شامل ہو جائے۔
اگر کہا جائے کہ حدیث میں لفظ "عَلَیٰ" آیا ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اونٹ "دَین" (قرض) تھے۔
تو ہم نے جواباً کہا کہ: اُن کی ادائیگی کا وعدہ کرنا (درحقیقت) دَین تھا۔ اس (وعدے) نے ادائیگی کو واجب کردیا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے لئے اپنے

---

(1) مثلی اور قیمی کے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی مثل بازار میں پائی جاتی ہو، اس کے اجزاء اور افراد یکساں اور مشابہ ہوں اور ان کی قیمتوں میں معتدبہ فرق نہ ہو وہ مثلی ہے، اور جن کی قیمتوں میں بہت کچھ تفاوت ہوتا ہے، اور ہر جزء اور فرد دوسرے سے معیار کے اعتبار سے قدرے مختلف ہو سکتا ہے، یہ سب قیمی ہیں۔

وعدے کی خلاف ورزی جائز نہیں تھی۔ لٰہذا، اس میں لفظ ''علیٰ'' کا استعمال درست ہے۔

ہاں! یہ بات ہمیں تسلیم ہے کہ "مُسلم" اور "ترمذی" کے الفاظ سے یہ لگتاہے کہ وہ "دَین" (قرض کا معاملہ) ہی تھا، نہ کہ (محض) ایک وعدے کے سبب لازم ہونے کی صورت۔

لیکن وہ (روایات)؛

ا۔ یا تو ممانعت سے پہلے کی ہوں گی؛

۲۔ یا ممانعت کے بعد کی

اگر ممانعت سے پہلے کی تھیں تو ان کا حکم (دلائلِ ممانعت سے) منسوخ ہوگیا۔ اور اس کی تائید اس صیغہءِ نفی سے ہوتی ہے، جو کہ "ترمذی" کی روایت میں ہے، اور وہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: "لَا يَصلُحُ" (الحَيوانُ اِثْنانِ بِوَاحِدٍ نسيئةً) تو اس ("لَا يَصلُحُ" کے لفظ نے) اسے محلِّ بیع (شرعاً قابلِ خرید و فروخت) ہونے سے نکال دیا۔

(اور دوسری صورت میں) اگر یہ روایات (جس سے جَواز معلوم ہوتا ہے) ممانعت (کی روایات) کے بعد کی ہیں، تو دو مرتبہ نسخ (تکرارِ نسخ) لازم آئے گا۔ (1)

اور اگر (ممانعت کی) تاریخ نہیں جانی جاسکتی (کہ یہ واقعہ جو جواز پر دلالت کرتا ہے، ممانعت سے پہلے کا ہے یا بعد کا) تو اب روایات میں (بظاہر) ٹکراؤ ہوگیا، اور

(1) تکرارِ نسخ یہ ہے کہ اگر یہ روایاتِ جواز، ممانعت کی روایات کے بعد کی مانیں تو پھر ماننا لازم آئے گا کہ: ابتداءً اپنی اصل کے اعتبار سے یہ معاملہ مباح تھا۔ پھر ممانعت والی روایات سے ممنوع ہوا، پھر ان روایات سے تیسرے مرحلے میں حلال ہوا۔ اور عند الأصولیین تقلیلِ نسخ کی دلیل سے یہ قاعدہ ہے کہ: إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالحَرَامُ غَلَبَ الحَرامُ۔

ترجیح (پھر بھی) ہمارے موقف (ممانعت) کو ہوگی، اس کی کچھ وجوہات ہیں:

۱۔ جو آپ نے (جواز) کہا ہے وہ کتاب اللہ (قرآن) کے مخالف ہے۔ لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ جو (دلائل) آپ نے ذِکر کئے ہیں، وہ (اس خرید و فروخت کو) حلال قرار دیتے ہیں۔ اور جو (دلائل) ہم نے ذکر کئے ہیں وہ (اسے) حرام قرار دیتے ہیں۔ اور یہ مسلّمہ (قاعدہ) ہے کہ ترجیح حرام قرار دینے والے (دلائل) کو ہوتی ہے۔

۳۔ ظاہری طور پر آپ کی بات سے ایسا لگتا ہے کہ جو روایت کیا گیا، کہ آپ ﷺ نے مالِ صدقہ (کے اُونٹ) سے ادائیگی کی، اور یہ ادائیگی تصدّق (یعنی صدقہ کرنے) کے بجائے کسی اور مد میں تھی۔ اور یہ (عمومی حکم: مالِ صدقہ کو اس کے مصارف و مستحقین میں ہی خرچ کیا جانا کی) تخصیص کرنا ہے۔

۴۔ جو آپ نے ذِکر کیا وہ ''مُحتَمَل'' ہے (یعنی ہمارے کلام کے ایک احتمالی معنٰی کا بیان ہے)۔ جبکہ ہمارے ذِکر کردہ دلائل: ''نُہی'' اور ''نَفی'' (پر مشتمل روایات) ''مُحکَم'' ہیں۔ اور (اُصولی طور پر) محتَمل کلام، محکَم کلام کا معارض نہیں بن سکتا۔ یہ وہ اُصول ہے جس کے انکار کی کوئی صورت نہیں۔

جبکہ دوسری روایت کا جواب:

تو وہ مذکورہ بالا جواب ہی ہے، سوائے اس کے:

اگر کہا جائے، کہ آپ ﷺ کا فرمان: ''اِنّ لِصَاحِبِ الحَقِّ مقالاً''،

اور راوی کا یہ کہنا کہ: ''فَأَغلَظَ'' (یعنی تقاضہ کرنے والے نے سختی کی)۔

اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ معاملہ دَین (قرض) کا تھا (نہ کہ وعدے کا)، کیونکہ ''حق'' اس کو کہتے ہیں جو ''ثابت'' ہو۔ اور ثابت وہ ہوتا ہے جو ''دَین'' (قرض) ہو۔ اور (تقاضہ کرنے والے کا) سختی کرنا، محض وعدہ کی گئی

صورت میں نہیں ہوتا۔

اس کے جواب میں ہم نے کہا کہ: ایسا نہیں ہے۔ حق اس (مذکورہ تعریف) سے عام ہے، (یعنی زائد معانی کا حامل لفظ ہے)۔

اور اگر (لفظ "حق" کی وجہ سے) اس کو ذمّہ میں لازم تسلیم کرلیں تو (جواباً) ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وعدے کے سبب دَین تھا۔

اور (تقاضہ کرنے والے کا) سختی کرنا، تو یہ سخت مزاج (دیہاتی) عرب لوگوں سے بعید نہیں تھا۔ ایسی سختی تو اِن سے اُن معاملات (کے تقاضہ کرنے) میں بھی صادر ہوئی ہے جن کا اِن سے وعدہ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ مروی ہے کہ (صدقہ مانگنے والے نومسلم اعرابی کی جانب سے) آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی چادر مبارک کو کھینچا گیا، یہاں تک کہ آپ کے مبارک جسم پر اس کا نشان پڑ گیا۔ (1)

اور بعض علماء نے (اس کی شرح میں) لکھا بھی ہے کہ ممکن ہے کہ تقاضہ کرنے

---

(1) و نصه: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ. فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً. حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ. ثُمَّ قَالَ: مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ. ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ.

رواه البخاري في صحيحه، كتاب فرض الخمس، بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ، برقم (٣١٤٩). ٩٥/٤.

یعنی: حضرت سیّدُنا انس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ نے موٹے کناروں والی نجرانی چادر زیبِ تن کی ہوئی تھی۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے چادر سے پکڑ کر آپ کو زور سے کھینچا، میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ کی گردن پر چادر کے کنارے کا نشان پڑ چکا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے میرے لئے اس میں سے حکم فرمادیں۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔

والا سخت مزاج (دیہاتی) عربی شخص ہوگا۔(1)

اور حدیث عبد اللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ:

یہ ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہوگا یا یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے تھا۔کیونکہ (عام حالات میں) مالِ صدقہ کو قرضوں کی ادائیگی میں خرچ کرنا اجماعِ (اُمت) کے مطابق (اُمت کے لئے) غیر مشروع ہے۔

اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے فعل کا جواب یہ ہے کہ:

یہ روایت، اثرِ صحابی (کی قسم سے) ہے۔اور پہلے ذِکر کئے گئے دلائل کے مقابلے میں یہ حجت نہیں بنے گی۔ لہٰذا (آپ رضی اللہ عنہ کے) اس فعل کو ممانعت سے پہلے کا واقعہ سمجھا جائے گا۔یہی جواب باقی کے دو آثارِ صحابہ کا ہے۔

والله أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب.

---

(1) حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی المتوفی ۱۳۹۱ھ، مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:
اس بدوی نے اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیک مانگی،وہ آداب تو کیا، طریقہ گفتگو سے بھی بے خبر تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بے ادبی پر ناراضی نہ فرمائی خیال فرمایا کہ یہ آداب گفتگو سے واقف نہیں ہے۔
قرآن کریم نے سچ فرمایا: "اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ"۔(مرقات)
غالبًا یہ "بدوی نو مسلم" تھا جو ابھی دین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی "مؤلفۃ القلوب" سے جن کو دین پر پختہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے حضور انور کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔(مرقات)۔وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوۃ و صدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔
(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،۷/۲۲)

كتَبه مؤلّفه العبد الفقير إلى الله الحفي، محمد بن محمود بن أحمد الحنفي، غفر الله له، وعاملهم بِلُطفِه الخفي، في تاريخه حامداً لله.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مقدِّمَةُ الإشاعة والتّرجمة بالأوردية

الدكتور المفتى مُحمَّد عَطاء اللهِ النَّعيمى

شيخ الحديث: جامعةُ النُّور، ورئيس: دارُالإفتاء النُّور، و رئيس: دارُالنُّور للتحقيق،

جمعية اشاعة أهل السّنة (باكستان)، كراتشى

هذه الرِّسَالةُ مُشتَمِلٌ علَى بَيانِ حُكمِ بيعِ الحَيوانِ بالحيوانِ نسيئةً عندَ الإمام أبِى حَنيفَةَ ﷺ وأصحابِه ، صَنَّفَه العلّامةُ أكملُ الدِّين البَابَرتي المتوفى سنة ٧٨٦هـ. (صَاحبُ العِناية شرحِ الهداية للمرغيناني)، بِعُنوان ﴿رسالة في عدم جواز بيع الحيوان بالحيوان نسيئة﴾.

ومِنَ المعلومِ أنَّ المسألةَ مُختَلفٌ فيها بينَ المُجتَهِدين. وأنَّ المَذهبَ الحَنَفي يرى عَدمُ جوازِه،بدليل حَدِيثِ سَمُرَةَ – مَرْفُوعًا: أنّ النّبى ﷺ نَهى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوانِ بِالْحَيَوانِ نَسِيئَةً.

(رواه أبو داود (1) والترمذي (2) والنسائي (1).)

---

[1] ـ الحديث رواه أبو داود في سُنَنِه، كتاب البيوع، باب في" بيع الحيوان بالحيوان نسيئة"، رقم الحديث (٣٣٥٦) ،٥/ ٢٤٣، وقال محققه الأرناؤوط : صحيح لغيره،

[2] ـ رواه التِّرمذي في سُنَنِه، أبوابُ البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (١٢٣٧)، ٢/ ٥١٨ وقال : حديث سمرة حَسَنٌ صَحيحٌ،

وَلأَنَّ حقيقةَ هذا البيعِ : « بَيْعَ الشَّيْءِ بِجِنْسِهِ نَسِيئَةً » ؛ والجِنْسَ أَحَدُ وَصْفَيْ عِلَّةِ رِبَا الْفَضْل، فَحُرِّمَ النَّسَاءُ.

غرضُ التّأليف

لكن العلّامة البابرتي وضع هذه الرسالةَ للرَّدِّ على أحدِ العلماء الذي تأوّل رأي أبي حنيفة بأنّه خَالف الحديثَ وأخذ بالرأي.

مَنهَج المؤلّف فيها :

وأما منهج المؤلّف (رحمه الله) في رسالته فقد قام على الآتي:

- جمع أدلّة الفريقَينِ، وابتدأ بأدلّةِ الحنفيّةِ دليلاً دليلاً، مِنَ الكتابِ والسُّنةِ والإجماع، وبيَّنَ وجهَ الاستدلالِ بها وما تعلّق منها بالمسألة دونَ تطويلٍ.
- وأمّا أدلّة المُجيزِينَ(الشافعيّة ومَن معهم)، - فهي خمسة أحاديث وثلاثة آثارٍ، وقد قام بدراسة تلك الأحاديث والآثار وطرح الاحتمالات الواردة فيها، والردّ عليها.

ترجمة هذه الرّسالة بالأوردية

[1]ـ رواه النَّسَائي في سُنَنِه الكُبرى، كتاب البيوع، بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (٦١٧٠)، ٦/ ٦٣

قام بترجمةِ هذه الرّسالة بالأوردية، وتخريجِ الأحاديث والنّصوص و التعليقات، فاضل جامعتنا: أبو اللّيث محمد طاهر بن عبد الرّحيم القادري النعيمي (مُدرِّس و مُتَخصِّص:كلىۃ تَخَصُّص فى الفِقه و عضوُ دارِ النُّور للتَّحقِيق)

واستفادَ المُترجِم بدراسة وتحقيق: -م.د. عمار عبد الحسين عشمعلي هذه الرّسالة، المطبوعة في مـجـلـة العلوم الإسلامية ، التى صدر عن كلية العلوم الإسلامية فى جامعة تكويت، (العدد: الخامس،المجلد: الثاني عشر، السَنَة 1442هـ. 2021 م.عراق)

جزى الله خيراً المؤلّف والمترجم والباحث بحرمة سيد الأبرار ﷺ، وينفع بها المسلمين.آمين

ترجمة المصنّف:

لأبي الليث محمد طاهر بن عبد الرحيم القادري النّعيمى

مدرس و متخصص كلية تخصص في الفقه وعضو دارِ النّور للتحقيق

اسمه و لقبه:

أكمل الدين أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمود بن أحمد الرّومي البابرتي الحنفي الماتريدي،

فقيه حنفي، ومحدّث، وعالمٌ عقيدةٍ على منهجِ المتكلّمِين.

ولادته و نسبته:

ولد سنة 714هـ الموافق 1314م.

نسبته إلى «بابرتي» (قرية من أعمال دجيل في بغداد)

أو «بابرت» التابعة لمنطقة أرضروم في تركيا.

حصول العلم و أسفاره:

نشأ الإمام البابرتى فى بيت علم و أدبٍ، يدلّ علي ذلك لقب والده و جدّه،حصّل مباديء العلوم في بيته و بلاده، ثم رحل

إلى حلب فأنزله القاضي ابن العديم بالمدرسة السادحية، فأقام بها مدّة وأخذ عن علمائها. ثم رحل إلى القاهرة بعد سنة 740هـ. وفوّض إليه الأمير سيف الدين شيخون أمور الخانقاه و مدرسة الشيخونية، وقرّره شيخًا بها.

شيوخه

- في الفقه: العلّامة قوام الدّين الكاكى (739هـ) .
- في الحديث: سليمان الدلاصى (٧٥٦هـ) و ابن عبدالهادى (744هـ)
- و شارح مختصر ابن حاجب،أبو الثناء الإِصفهانى (749هـ)
- و صاحب تفسير البحر المحيط أبو حيان الأُندلسى (745هـ)

وغيرهم

تلاميذه:

- أبو الحسن السيد الشريف الجرجانى(816هـ)
- اِبن قاضى سماونه(823هـ)

- محمد بن حمزه الفناری (835هـ) وغيرهم

مدح العلماء عنه

قال الإمام السيوطي: «أكمل الدين محمد بن محمد بن محمود البابرتي، علامة المتأخِّرين وخاتمة المحقِّقين، برع وساد، ودرس وأفاد»، وقال أيضًا: «وكان علامةً، فاضلاً، ذا فنون، وافر العقل، قوي النفس، عظيم الهيبة، مهابًا».

قال ابن العماد الحنبلي: «كان حسن المعرفة بالفقه والعربية والأصول، وكان أرباب المناصب على بابه قائمين بأوامره، مسرعين إلى قضاء مآربه».

قال عبد الحي اللكنوي: «لم ترَ الأعين في وقته مثله، كان بارعًا في الحديث وعلومه، ذا عناية باللغة والنحو والصرف والمعاني والبيان».

قال ابن إياس: «عظيم فقهاء الحنفية، العالِم العلامة، فريد دهره ووحيد عصره، وأعجوبة زمانه».

تَصانِيفُه:

تنوّعت مؤلّفات البابرتي في علم الكلام والفقه وأصول الفقه والتفسير والحديث والنحو، فكان منها:

- العناية شرح الهداية
- شرح وصية الإمام أبي حنيفة
- الإرشاد في شرح الفقه الأكبر لأبي حنيفة
- شرح العقيدة الطحاوية
- شرح عمدة العقائد
- شرح الفرائض السّراجية
- شرح تجريد الكلام للنصير الطوسي
- المقصد في الكلام
- الكواشف البرهانية شرح المواقف للإيجي
- مقدمة في الفرائض
- شرح تلخيص الخلاطي للجامع الكبير
- التقرير شرح أصول البزدوي
- الأنوار شرح المنار

- النقود والردود، شرح مختصر ابن الحاجب
- حاشية على الكشاف
- تحفة الأبرار في شرح مشارق الأنوار، في الحديث
- الصدفة المليّة بالدرّة الألفية، شرح ألفية ابن معطي في النحو
- شرح التصريف
- شرح التلخيص، في علم المعاني والبيان
- النكت الظريفة في ترجيح مذهب أبي حنيفة.
- رسالة فى عدم جواز رفع اليدين عند تكبيرة الافتتاح
- رسالة فى أهل الهواء والبدع
- رسالة فى عدم جواز بيع الحيوان بالحيوان نسيئةً

وَفاتُه:

توفّي البابرتي في مصر ليلة الجمعة. 19 رمضان سنة 786 هـ الموافق 1384م. وحضر جنازته السلطان و صلي علي جنازته الشيخ عز الدّين يوسف بن محمود الحنفى الرازى.و دفن بقبة في مدرسة شيخونة ، بالقاهره

مأخوذ من:

الأعلام:

لخير الدين بن محمود بن محمد، الزركلي الدمشقي (ت 1396هـ)

الفوائد البهية في تراجم الحنفية:

لأبي الحسنات محمد عبد الحي اللكنوي [ت 1304هـ]

إنباء الغمر بأبناء العمر:

لأبي الفضل أحمد بن علي، إبن حجر العسقلاني (ت 852هـ)

شذرات الذهب في أخبار من ذهب:

لأبي الفلاح عبد الحي بن أحمد، إبن العماد العكري الحنبلي (ت 1089هـ)

بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة

لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (ت 911هـ)

مَتْنُ الرِّسَالَة

رسالة في عدم جواز بيع الحيوان بالحيوان نسيئة:

لأكمل الدّين؛ محمد بن محمد بن محمود

البأبرتي الرومي الحنفي (المتوفى ٧٨٦ هـ)

بسم الله الرحمن الرحيم

[المقدّمة]

بالله أستعين متوكلاً عليه، الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاة والسّلام الأتمّان الأكملان على سيّد المرسلين محمّد وعلىٰ آله و أصحابه أجمعين،

أمّا بعد، فإنّ بعض المتفقّهة بمصر سنة ست وسبعين وسبعمائة قد تجاهر بالتعصيب الباطل متوهماً أن أبا حنيفة رحمه الله خالف الحديث الدّال على جواز بيع الحيوان بالحيوان نسيئة بالرأي،

ولما لم يكن كذلك،استخرت الله تعالى وتصديت للجواب بها إذا تأمله الفقيه ظهر له أن الصواب مع أبي حنيفة رحمه الله ورجوت الثواب على ذلك، حيث لم يكن الغرض إلا إظهار الصواب،والله

المستعان وعليه التكلان.

[أدلة المانعين]

قال أبو حنيفة رحمه الله : لا يجوز بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، والدليل على ذلك الكتاب والسنةودلالة الإجماع.

أمّا الكتاب:

فقوله تعالى (وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا) الآية ،(1)

وجه الاستدلال: أنَّ الله تعالى نهى عن التنازع، وبيع الحيوان بالحيوان نسيئة يُفضي إلى التنازع؛ لأنَّ الحيوان يتفاوت صورة ومعنى تفاوتاً فاحشاً،

أمّا صورة: فهي محسوسة؛ وأمّا معنى: فلأن فرساً تساوي ألف درهم وأخرى على شكله ولونه وسنه وحاله تساوي عشرة آلاف درهم، فإذا باع الحيوان بالحيوان نسيئة فعند إحضار ما يجعل ثمناً يطلب البائع الأعلى ويدفع المشتري الأدنى فيقع التنازع، وهو حرام، وما يُفضي إلى الحرام حرام، فإن قيل: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا﴾ نهي، والنهي

1 ـ الأنفال ٨ :٤٦

يقتضي المشروعية عندكم، قلنا: نهي عن الأفعال الحسية، وهو يقتضي البطلان بالاتفاق.

وأمّا السُّنّة:

فما روى أبو داود والترمذي والنسائي(1)، عن سَمُرَة بن جُندُب رضي الله عنه: **أنّ النّبي ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئةً**

فإن قيل: نهي عن الأفعال الشرعية وهو يقتضي المشروعية عندكم، قلنا: صرفه عن ذلك إفضاؤه إلى الباطل كما تقدم، وما يأتي عقيب هذا، والنهي عن الأفعال الشرعية أنّما يفيد المشروعية إذا لم يصرفه الدليل إلى القبيح لعينه.

1- الحديث رواه أبو داود في سُنَنِه، كتاب البيوع، باب في " بيع الحيوان بالحيوان نسيئة"، رقم الحديث (٣٣٥٦)، ٥/ ٢٤٣، وقال محققه الأرناؤوط : صحيح لغيره

و التّرمذي في سُنَنِه، أبوابُ البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (١٢٣٧)، ٢/ ٥١٨. وقال : حديث سمرة حَسَنٌ صَحيحٌ،

والنَّسائي في سُنَنِه الكُبرى، كتاب البيوع، بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (٦١٧٠)، ٦/ ٦٣

وما روى الترمذي(1) عن جابر أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:(**لا يَصلُحُ الحيوانُ إثنان بواحدٍ نسيئة**)،

وليس ذلك إلا للتفاوت المذكور وهذا نفي وهو يقتضي البطلان بالاتفاق.

وأمّا دلالة الإجماع.

فهي: أنّ الأمة اجتمعت على أن الجهالة في الثمن تبطل العقد، والحيوان الذي يقع ثمناً غير مشاهد عند العقد فهو مجهول؛ فلا يصلح ثمناً؛ فيكون بيع بلا ثمن، وهوباطل بالإجماع، وهذا إجماع قطعي لا شبهة في نقله، فلا يجوز ترك العمل به.

[أدلة المجيزين]:

فإن قيل: فما تقولون فيما رواه البخاري (2) في صحيحه بإسناده عن

---

[1] ـ رواه التِّرمذي في سُنَنِه، أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة، رقم الحديث (١٢٣٨)، ٢/٥١٩. وقال: هذا حديثٌ حسنٌ.

[2] ـ رواه البخاري في صحيحه، كتاب الوكالة، باب وكالة الشاهد والغائب جائزة، رقم الحديث.(٢٣٠٥)، ٣/٩٩

أبي هريرة رضي الله عنه:

كان لرجل على النّبي صلى الله عليه وسلم سِنٌّ من الإبل فجاء يتقاضاه، فقال: (أعطُوه)، فطلبوا سِنّه فلم يجدوا له إلا سِناًّ فوقها، فقال: (أعطُوه) ، فقال : أوفيتني أوفى الله بك، قال النّبي صلى الله عليه وسلم: (إن خِيارُكُم أحْسَنُكُم قَضَاءً)

وفي رواية أخرى:

أنَّ رجلاً أتى النبي صلى الله عليه وسلم يتقاضاه فأغلظ؛ فهم به أصحابه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (دعُوه فإنَّ لِصاحِبِ الحقِّ مَقالاً)، ثم قال: (أعطُوه سِناً مثل سِنّه ، قالوا: يا رسول الله (ﷺ) إلا أمثل مِن سِنّه، قال: (أعطُوه فإنَّ من خيارُكُم أحسَنُكُم قضاءً) (١)

---

[1] ـ رواه البخاري في صحيحه، كتاب الوكالة، بابُ الْوكالة في قَضاءِ الدُّيُون، رقم الحديث.(٢٣٠٦)، ٣/ ٩٩

وما ورد في مسلم(1) من لفظ (استَسلَف) ؛ وما ورد في الترمذي(2) من لفظ (استَقرَضَ).

وما ورد في أبي داود عن عبد الله بن عمرو بن العاص ، أنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر أن يُجهّز جَيشاً فنفدت الإبل، فأمره أن يأخذ علَى قلائص الصّدقة، فكان يأخذ البعير بالبعيرين إلى إبل الصّدقة ، وما أورد مالك رحمه الله، أن علياً رضي الله عنه باع جملاً له

[1]-ونَصُّه: عن أبي رافع، إن رسول الله ﷺ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا .فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِن إبلِ الصَّدَقَةِ. فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ. فَرَجَعَ إِلَيْهِ أَبُو رَافِعٍ فَقَالَ: لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ (أَعْطِهِ إياه. إن خيار الناس أحسنهم قضاء).

رواه مسلم في صحيحه، باب من استسلف شيئاً فقضى خيراً منه، وخيركم أحسنكم قضاء، رقم الحديث (١٦٠٠)، ٣/ ١٢٢٤، دار إحياء التراث العربي بيروت، ١٣٧٤هـ. ١٩٥٥م

[2]- ونَصُّه: عن أبي هريرة قال: اسْتَقْرَضَ رَسُولُ الله ﷺ سِنًّا، فَأَعْطَاهُ سِنًّا خَيْرًا مِنْ سِنِّهِ، وَقَالَ: خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً.

رواه الترمذي في سننه، أبواب البيوع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في استقراض البعير أو الشيء من الحيوان أو السن، رقم الحديث:(١٣١٦)، ٢/ ٥٨٣. - وقال الترمذي: حديث أبي هريرة حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

يدعى ''بعُصَيْفِير'' بعشرين جملاً إلى أجل .

وما روى البخاري ومالك : أنّ ابن عمر رضي الله عنهما اشترى راحلة بأربعة أبعرة مضمونة عليه يوفيها صاحبها بالربذة.

وما روى البخاري: أن رافع بن خديج اشترى بعيراً ببعيرين، فأعطاه أحدهما، وقال آتيك بالآخر غداً رهوا إن شاء الله.

[الرد على أدلة المجيزين]

قلنا :

أما الجواب عن الأول فهو : أنَّ ذلك كان على النّبي صلى الله عليه وسلم من حيث الوعد لا البيع أو الاستقراض، والدليل على ذلك ما ورد في بعض الروايات: (**فجاءَ إبل الصّدقة فجاءَ الرّجل يتقاضاه فأمر بإيفائه من إبل الصّدقة**)، ولاشك أن الصدقة لا تدفع إلا إلى مصارِفِها صدقةً، لا ثمناً ولا قضاءً لقرض، وهذا ظاهر لا يُنكره إلا مكابر، وما ورد في البخاري من قوله:''**أوفيتَني**''**دون** ''**أدّيتَني**'' **أو** ''**قَضيتَني**''، فإنَّ الوفاء يُستعمل في الوعدِ والنُّذُورِ والعُهودِ، والأداء والقضاءفي الدُّيُون.

فإن قيل : فما تقول في قوله: (**أحسنُكُم قضاءً**) والقضاء يُستعمل في الدُّيون- قلنا: القضاءُ تسليمُ مثلِ الواجبِ، والحيوان ليس بمثليّ بالإجماع وإنَّما هو قِيَميٌّ، فكان القضاءُ بمعنى الإيفاءِ، وإنَّما عدل عنه إليه ليعمّ التسليمات الواجبة كلها تمام مخاطبة المتخاطبين.

فإن قيل: كلمةُ (عَلَىٰ) تدلّ على أنّه كان ديناً، قلنا : كان وعدُه ديناً يوجب الإيفاء لعدم جواز الخلفِ عليه في وعده صلى الله عليه وسلّم، فصح استعمال كلمة (علَىٰ) فيه،

سلّمنا أن ذلك ديناً لا من حيث الوعد على ما يتوهّم من ظاهر لفظ مسلم والترمذي، لكنه لا يخلو : إما أن يكون قبل النهي أو بعده، فإن كان قبله كان منسوخاً، ويساعده صيغة النفي في رواية الترمذي، وهي قوله: (**لا يصلُحُ**) فإنَّه أخرج عن محلّية البيع، وإن كان بعده لزم النسخ مرّتين،

وإن لم يعلم التاريخ وقع التعارض، والترجيح معنا بوجوه:

الأوّل: أن ما ذكرتم مخالف للكتاب فلا يعمل به.

الثّاني: أنَّ ما ذكرتم مُحلِّل وما ذكرنا مُحرِّم، والترجيح للمحرِّم، وهذا

لا يُنكر.

الثّالث: أن الظاهر مما ذكرتم التخصيص بما رُوي من تصرفه في مال الصّدقة لا على وجه التصدّق.

الرّابع: أنَّ ما ذكرتم محتمَل لما ذكرنا، وما ذكرنا من النّهي والنّفي مُحكّم، والمحتمَل لا يُعارض المحكّم، وهذا أيضاً ممّا، لا مساغ لإنكاره.

وأما الجواب عن الرواية الثانية: فهو الجواب المذكور خلا أنه إن قيل: إن قوله ﷺ: (إنَّ لصاحبِ الحقِّ مقالاً) ، وقول الرّاوي: (فأغلَظ) يدُلّان على أنّه كان ديناً، لأن الحَقّ هو الثّابت، والثّابت ما يكون دَيناً ، والتّغليظ لا يكون في الموعود، قلنا : ممنوعٌ ؛ ألحَقُّ أعمّ من ذلك، ولئن سلّم، فقد قلنا إن عدته ﷺ كانت دَيناً والتّغليظ من جُفَاةِ العَربِ لمْ يكن مستبعداً، وقد صدر منهم في غيرِ الموعود، لما

روي من جرّ إزاره عليه السلام حتى أثر في بدنه (1) . فكيف بالمَوعُود، ولقد ذكر بعض العلماء أنّ الرجل المتقاضي لا يبعد أنّه كان من جفاة العرب.

وأما الجواب عن حديث عبد الله بن عمرو فهو أنه كان قبل النهي، أو أنه كان من خواصه ﷺ؛ فإنَّ التّصرف في مال الصّدقة على وجه قضاء الدّيون غير مشروع بالإجماع.

وأمّا الجواب عن فعل عليّ رضي الله عنه فهو أنه أثر الصّحابي، وهو لا يكون حجةً مع مخالفة ما تقدّم من الأدلّة، فيُحمل على أنه كان قبل النهى، وكذلك الجواب عن الأثرين الباقيين.

والله أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب.

---

[1] - **ونصّه:** عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ. فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً. حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ. ثُمَّ قَالَ: مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ. ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ.

رواه البخاري في صحيحه، كتاب فرض الخمس، بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ،برقم (٣١٤٩) .٤/ ٩٥

كتبه مؤلّفه العبد الفقير إلى الله الحقّ، محمد بن محمود بن أحمد الحنفي، غفر الله له، وعاملهم بلُطفِه الخفي، في تاريخه حامداً لله.

مصادر و مراجع

قرآن الكريم و علومه

القرآن الكريم

كنزالايمان في ترجمة القرآن (الأردية)، الإمام أحمد رضا الحنفي القادري ماتريدي، ت1340هـ، ط كراتشي

الحديث و شروحه

سنن أبو داود ، (محقق: الأرناؤوط)، ط: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، 1430هـ، 2009م

سنن النَّسَائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (ت 303هـ)، ط: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، 1421هـ ، 2001م

سنن الكبري للنَّسَائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (ت 303هـ)، ط: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، 1421هـ ، 2001م

سنن و جامع الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي المتوفى: 279هـ ط: دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1996م.

صحيح البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، ت 256 هـ. ط: دار طوق النجاة – بيروت، الطبعة الأولى: 1422 هـ

صحيح المسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري ت 261 هـ. ط. دار إحياء التراث العربي بيروت، 1374هـ 1955م

مرآة المناجيح شرح مشكوٰة المصابيح، مفتي أحمد يار خان النعيمي المتوفى 1391هـ.ط. لاهور، باكستان

مؤطا امام مالك ، امام مالك بن أنس (ت 179)، ط. دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1406هـ، 1985م

الفقه

بهار شريعت(الأردية)، صدر الشريعة المفتي محمد أمجد علي الأعظمي الحنفي 1367 هـ، مكتبة المدينة، كراتشي، باكستان

رد المحتار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر المعروف بـ ابن عابدين، الدمشقي الحنفي، ت 1252 هـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، 1412هـ

الفتاوى الهندية، جماعة من العلماء برئاسة الشيخ: نظام الدين البلخي، المطبعة الكبرى ، مصر، الطبعة الثانية،1310هـ صورتها دار الفكر، بيروت

المحيط البرهاني ، لابن مَازَةَ البخاري الحنفي، ت 616 هـ، المحقق:الجندي، دار الكتب العلمية، بيروت ،الطبعة: الأولى، 1424هـ

الهداية في شرح بداية المبتدي، أبو الحسن برهان الدين، علي بن أبي بكر المرغيناني (ت593هـ) دار إحياء التراث العربي،بيروت

تراجم و الطبقات

الأعلام،خير الدين بن محمود الزركلي الدمشقي (ت 1396هـ)، ط ١٥ ، أيار مايو 2002م، دار العلم للملايين، الطبعة: الخامسة عشر

إنباء الغمر بأبناء العمر، أبو الفضل ا بن حجر العسقلاني (ت 852 هـ)، المحقق: د حسن حبشي، المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية، لجنة إحياء التراث الإسلامي، مصر، عام النشر :1389هـ، 1969م

بغية الوعاة ،امام جلال الدين السيوطي (ت 911هـ)المحقق: محمد أبو

الفضل إبراهيم. ط: المكتبة العصرية لبنان/صيدا

شذرات الذهب في أخبار من ذهب. ابن العماد الحنبلي (ت 1089). دار ابن كثير. دمشق. الطبعة: الأولى. 1406هـ 1986م

الفوائد البهية في تراجم الحنفية. أبو الحسنات محمد عبد الحي اللكنوي (ت 1304 هـ). طُبع: بمطبعة السعادة بجوار محافظة مصر. الطبعة: الأولى. 1324هـ

جہاں قرآنِ پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم مفت دی جاتی
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی
کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔
نظامی
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تخصص فی الفقہ الاسلامی
کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔
تخصّص فی الفقہ الإسلامی
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز
سے دارالافتا بھی قائم ہے۔
دارالإفتاء
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مُستند علماء اہلسنّت کی
کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں
مفت سلسلۂ اشاعت
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء کرام کے
مخطوطات، عربی و اردو کُتب مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔
کُتب لائبریری
جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا